سہ ماہی "تحقیق و تجزیہ" (جلد3، شمارہ:2) اپریل تا جون 2025ء

Phonetic study of "Safar Naseeb"

"سفر نصیب" کا صوتی مطالعہ

Rukhsar Ahmed Dars*[1]
Research Scholar, Department Of Urdu, University Of Sindh Jamshoro.
Dr. Shazra Hussain*[2]
Associate Professor, Department Of Urdu, University Of Sindh, Jamshoro.

1☆ رخسار احمد درس
ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو
2☆ ڈاکٹر شذرہ حسین
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

Correspondance: shazra.shar@usindh.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 23-04-2025
Accepted:20-06-2025
Online:30-06-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: "This research article presents a comprehensive phonetic investigation into Mukhtar Masood's renowned literary work, "Safar Naseeb." Commencing with an in-depth introduction to the author's literary contributions and a detailed definition of phonetics along with its classifications, the study meticulously analyzes the consonants (مصمتے) and vowels (مصوتے) present in the text. A particular emphasis is placed on the examination of voiceless consonants (مردہ مصمتی اصوات) and their distribution, highlighting their significance in shaping the phonological structure of the narrative. Additionally, the research explores the strategic employment of alliteration (تکرارِ حرف), rhyme scheme (قافیہ بندی), and the phonetic function of noon ghunna (نون غنہ کا استعمال) as key elements shaping the sonic landscape and artistic merit of "Safar Naseeb." The study also delves into the aesthetic implications of these phonetic devices, demonstrating how they contribute to the overall impact and emotional resonance of the text. By examining the intricate phonetic patterns and devices used in "Safar Naseeb," this research aims to provide a deeper understanding of Mukhtar Masood's literary

craftsmanship and the ways in which phonetics can enhance the artistic value of a literary work. "

KEYWORDS: Mukhtar Masood,Safar Naseeb,Phonetics,Vowels, Consonants, voiceless consonants, rhyme scheme, Alliteration, literary work.

مختار مسعود ۱۹۲۶ء تا ۲۰۱۷ء ایک مایہ ناز ادیب، ادب پرور اور بیوروکریٹ تھے۔ وہ سنہ ۱۹۷۳ء میں پہلی مرتبہ بہ طور مصنف منظرِ عام پر آئے۔ اس سے پہلے ان کی حیثیت ایک بیوروکریٹ کی تھی، مگر آوازِ دوست لکھ کر انھوں نے اردو نثر کی روایت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ مختار کی دوسری کتاب سفر نصیب تھی، تیسری لوحِ ایام اور چوتھی حرفِ شوق۔ موخر الذکر تینوں کتابیں سنین کے اعتبار سے بالتّرتیب ۱۹۸۱ء، ۱۹۹۶ء اور ۲۰۱۷ء میں شائع ہوئیں۔

مختار بیان کی وہ قدرت رکھتے ہیں کہ الفاظ ان کے اشاروں رقصاں نظر آتے ہیں۔ انھیں محاورے، ضرب الامثال ، اشعار اور فارسی مرکبات کے استعمال پر فطری مہارت حاصل ہے۔ وہ اپنی نثر کو ایسی ایسی شاعرانہ خوبیوں سے مزیّن کرتے ہیں کہ بڑے بڑے شعرا نثر نگار، محققین اور ناقدین ان کی فن کارانہ صلاحیتوں کے معترف ہیں۔ محمد طفیل، جوشؔ، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، امجد اسلام امجدؔ، ڈاکٹر زاہد منیر، نگار سجاد ظہیر، شاکر حسین شاکرؔ، سہیل انجم، ڈاکٹر الطاف یوسف زئی، ڈاکٹر ہارون تبسم، ملا واحدی، وقار عظیم، رئیس امروہوی، کرنل محمد خاں، احمد ندیم قاسمی، وزیر آغا، مشتاق احمد یوسفی، اختر ریاض الدین، ادا جعفری، جمیل الدین عالی، اشفاق احمد، علی محمد فرشی، رؤف کلاسرا، عقیل عباس جعفری اور احسان دانش وغیرہ جیسے عظیم ادبا و محققین ان کی فنی صلاحیتوں کو سراہتے ہیں۔ مختار کی نثر میں قافیہ بندی، متجانس الفاظ اسما، افعال و حروف کا کاری گرانہ استعمال، نحوی ساخت اور معنوی خوبیاں جلوہ فرما ہیں۔ وہ لفظ کو اس کی نشست میں اس قدر ٹھیک بٹھاتے ہیں کہ اس کی جگہ کسی دوسرے لفظ کی گنجایش کے تمام امکانات یک سر مسترد ہو جاتے ہیں۔

ہمارا موضوعِ تحقیق "سفر نصیب" ہے، جو پہلی بار جنوری ۱۹۸۱ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ "سفر نصیب" مختار کی تمام نثری تصانیف میں نمایاں ہے۔ اس کا سبب اس کی وہ خوبیاں ہیں جو اس سے پیش تر کسی ایک کتاب میں یک سر نہیں آئیں۔ اس کتاب میں خاکے اور سفر نامے ساتھ آئے ہیں۔ دو خاکے اور دو سفر نامے ہیں۔ دونوں خاکے اردو کے بہترین خاکوں میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ جب کہ دونوں سفر نامے اردو کے دوسرے سفر ناموں سے اس لیے منفرد ہیں کہ ان کا بیان اختصار اور جامعیت کا مجموعہ ہے۔ اس کی دوسری خوبی اس کا اچھوتا اور جاذب عنوان ہے جو اقبال کی فارسی نظم "تنہائی" سے مستعار ہے۔ تیسری خوبی اس کا وہ شاعرانہ بیان ہے جو غیر افسانوی تصنیف ہونے کے باوجود دل کش اور قابلِ توجہ بناتی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے پیشِ نظر ہم نے اس کتاب کے صوتی پہلو کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا۔ صوتی پہلو پر بات کرنے سے قبل صوتیات کی تعریف بیان کیے دیتے ہیں۔

صوتیات

یہ سائنسی انداز میں کسی زبان میں پائی جانے والی اصواتِ تکلم کو بیان کرتی ہے اور کسی زبان کی آوازوں کی ادائی کے نظام کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرتی ہے۔[1] اس کی تین شاخیں ہیں۔

تلفیظی صوتیات

سمعی صوتیات

سمعیاتی صوتیات[2]

تلفیظی صوتیات:

اس میں نظامِ اصوات کے اندر اعضائے تکلم کے استعمال سے تخلیق ہونے والی اصوات کی نوعیت دیکھی جاتی ہے۔ نیز تخلیقِ آواز میں اعضائے تکلم کا اندازِ کار دیکھا جاتا ہے۔[3]

سمعیاتی صوتیات:

اس میں انسانی منہ سے نکلنے والی آواز کی لہروں کو مختلف اطوار سے زیبِ قرطاس کر کے ان کا تجزیہ و مطالعہ کیا جاتا ہے۔[4]

سمعی صوتیات:

اس میں سامع کے دماغ اور کانوں پر آواز کی لہروں کے پہنچنے کے بعد مرتب ہونے والے اثرات سے بحث کی جاتی ہے۔[5]

نظامِ اصوات:

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم "سفر نصیب" میں مصمتی اور مصوتی اصوات کے استعمال کا جائزہ لیں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصمتے اور مصوتے کی تعریف کیا ہے؟ آواز کی ادائی میں ہوا کے اخراج کو اگر کوئی رکاوٹ در پیش ہے تو مصمتہ[6] اور رکاوٹ نہیں تو مصوتے کی آواز آتی ہے۔[7] اردو میں مصمتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ شوکت سبزواری ۳۵، ابواللیث صدیقی ۴۲، اقتدار ۴۵، سہیل بخاری ۳۴،[8] زور صاحب ۴۵،[9] نارنگ ۳۴، مسعود حسین خاں ۳۷ اور خلیل بیگ ۳۸ بتاتے ہیں۔[10] جب کہ مصوتوں کے سلسلے میں محی الدین قادری زور اور سہیل بخاری کے علاوہ تمام ماہرین ۱۰ کی تعداد پر متفق ہیں۔ جب کہ مذکورہ دونوں ماہرین بالترتیب ۱۵ اور ۱۴ مصوتوں کے قائل ہیں۔[11]

مصمتوں کی تلفیظ مقام اور انداز کی بنیاد پر متعین کی جاتی ہے۔ کچھ اصوات مقام کے لحاظ سے دولبی اور انداز کے اعتبار سے بندشی ہو سکتی ہیں۔ وہیں دولبی مصمتوں میں ایسی اصوات بھی ہیں جو انداز کے اعتبار سے انفی بھی ہو سکتی ہیں۔ بنیادی طور پر دونوں دولبی ہونے کے باوجود مختلف ہو گئیں۔ ذیل میں ہم نے اسی فرق کے پیشِ نظر مختلف اصوات کا جائزہ لیا ہے۔

ب۔ بھ، پ اور پھ اردو صوتیات میں دولبی بندشی مصمتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی ادائی کے دوران دونوں ہونٹوں کو آپس میں ملا کر ذرا دیر کے لیے منہ بند کرنا پڑتا ہے۔ جس کے بعد ہوا کے دباؤ کے سبب آواز جھٹکے سے نکلتی ہے۔ ''سفر نصیب'' میں ان اصوات کا استعمال دیکھا جاسکتا ہے۔

ب: بلبلے اٹھتے اور بند ناشتہ دان میں سیلے پٹاخوں کی طرح پھس سے پھٹ جاتے۔ (12)

جینے کی امنگ، بھوک کے مطالبے، محبت کے تقاضے، یہ سب خواہشیں بڑی ڈھیٹ ہیں۔ (سفر نصیب: ص۷۹)

بھ: یہ سڑک سرا سر ناہموار ہے۔ کبھی اوپر، کبھی نیچے، کبھی ادھر، کبھی ادھر۔ (ص۳۶)

پ: دو پس ماندہ ملک اپنے سفر پر نکلے۔ (ص۶۸)

پھ: پہاڑ کی چوٹی پھن پھیلائے چوکس اور ساکت کھڑی تھی۔ (ص۱۱۲)

ایک قمیض کی جیب پکے پھوڑے کی طرح پھٹی پڑ رہی ہے۔ (ص۱۹۰)

ان اصوات کو پڑھ کر آسانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تحریر میں یہ اصوات کثیر تعداد میں مستعمل ہیں۔ جیسے بلبلے، بند، مطالبے، محبت، بڑی، کبھی، پس ماندہ، پر، پھن پھیلائے، پھوڑے، پھٹی کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ان اصوات میں مصوتی آوازوں کا کردار بھی واضح ہے۔ ویسے بھی کوئی لفظ اس وقت تک وجود میں نہیں آ سکتا، جب تک اس میں مصوتی آواز کی کارفرمائی نہ ہو۔ ان چند جملوں میں موجود مصوتوں کی اگر نشان دہی کر کے گنتی کریں تو اچھی خاصی تعداد سامنے آسکتی ہے۔

م دولبی انفی مصمتہ ہے۔ مختار مسعود کے ہاں ''سفر نصیب'' میں اس مصمتے کی کثیر مثالیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ ذیل میں چند مذکور ہیں۔

م: بعض محرموں کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہیں بعض نامحرموں کے ساتھ۔ (ص۱۴)

یہ نامکمل شالامار بھی خوب صورت لگا۔ (ص۲۱)

پھر مسافر ٹھہر جاتا اور وہ سارے بچے محفوظ فاصلے پر منڈیر یا نالی کا مورچہ بنا کر اکٹھے ہو کر اس کا معائنہ کرتے۔ ایضًا۔ ص ۷۷

معلوم ہوا میرا خدا مجھ سے خوش ہے۔ (ص۸۰)

ان امثلہ میں دولبی انفی مصمتی آواز کی موجودگی کا اظہار قاری کے پڑھنے سے محسوس ہو سکتا ہے۔ محرموں، نامحرموں، نامکمل، شالامار، مسافر، محفوظ، منڈیر، مورچہ، معائنہ، معلوم، میرا اور مجھ اس مصمتے کی کارگزاری کا احوال ہے۔

ف اور ولب دندانی صفیری اصوات ہیں۔ ان کی ادائی میں نچلا ہونٹ اور اوپر والے دانت کارگر ہوتے ہیں۔ نیز ادائی کے دوران سیٹی سے ملتی جلتی آواز آتی ہے۔ ''سفر نصیب'' میں ان مصمتوں کی مثالیں آرام سے دست یاب ہیں۔ چند درج ذیل میں نقل کی گئی ہیں۔

ف: اس میں بیٹھ کر کوہِ فلک کی سیر کی۔ ساڑھے انیس ہزار فٹ بلند برف سے ڈھکی ہوئی چوٹی کا نظارہ بڑا دل فریب تھا۔(ص ۲۵)

مسافر کو اس کی فراست اور فرہنگ پر تعجب ہوا۔(ص ۲۷)

و: آتھر کا انجام جو ہوا سو ہوا مگر جن دنوں ہالینڈ پر اس کی حکومت تھی، وہاں ہزاروں لوگ مارے گئے اور لاکھوں پکڑے گئے۔(ص ۱۵)

وہ غار کا ذکر سنتے ہی اجنتا، ایلورہ، خوشاب، کیپری اور بیروت جا نکلا۔(ص ۵۲)

وہ ان پہاڑوں اور چوٹیوں کو اپنے گھرانے کے افراد میں شمار کرتے ہیں۔(ص ۵۲)

لہاذا وہ اس عہدے کے لیے نہایت موزوں تھے۔(ص ۱۳۷)

واپسی کے بعد ایک سوال فطری طور پر پیدا ہوا۔(ص ۱۴۷)

فلک، فٹ، برف، فریب، مسافر، فراست، فرہنگ ف کی نمایندگی کرنے والے الفاظ ہیں۔ جب کہ ”و“ کی امثلہ میں دو طرح سے واو کو دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں ”و“ کو ہم مصمتے کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ ہوا، وہاں، وہ، واپسی اور سوال میں و مصمتے کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر ہم ایک صراحت ضروری سمجھتے ہیں، اور وہ یہ کہ لفظ ہوئی ہوی لکھا اور پڑھا جانا چاہیے مگر یہ ابتدا سے اک چلن رہا ہے کہ ہوی کو ہوئی لکھا اور پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے اس لفظ میں مستعمل ”و“ کو ہم نے مصمتہ قرار دیا ہے۔ دوسری صورت میں و مصوتے کی صورت میں مستعمل ہے۔ ان میں جو، سو، دنوں، حکومت، ہزاروں، لوگ، اور، لاکھوں، ایلورہ، خوشاب، بیروت، پہاڑوں، چوٹیوں، کو، موزوں اور طور شامل ہیں۔ ان الفاظ میں و سے منسوب تینوں مصوتے واوِ معروف، واوِ مجہول اور واوِ لین موجود ہیں۔ کس لفظ میں کون سا مصوتہ ہے، یہ ہم نے قاری کی صواب دید پر چھوڑا ہے۔ اب ہم باقی مصمتوں کی طرف واپس آتے ہیں۔

ت، تھ، د اور دھ دندانی بندشی مصمتے ہیں۔ ان کی ادائی میں دانت بند ہوتے ہیں اور زبان تالو کو چھوتی ہے۔ مختار کے ہاں ان اصوات کا استعمال ضرور ملتا ہے۔ چوں کہ ہم نے ایسے جملے تحقیق کا حصہ بنائے ہیں جن میں یہ اصوات زیادہ سے زیادہ مستعمل ہوئی ہو، اس لیے ذیل میں چند جملے پیش کیے جاتے ہیں۔

ت: مشق ہو تو محنت کرتے ہیں، مقابلہ ہو تو تہلکہ مچاتے ہیں، فرصت ہو تو ہلکم ڈالتے ہیں۔(ص ۲۲۹)

یہ ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہیں، کہ اس حرکت میں ان کے لیے اور ان کی قوموں کے لیے برکت ہے۔(ایضًا)

اب یہ عالم ہے کہ جتنا وقت لندن سے لاگوس آنے میں لگتا ہے، اتنا وقت ہوٹل سے ہوائی اڈے تک جانے میں صرف ہوتا ہے۔(ص ۲۴۵)

تھ: یہ روک ان گھڑ پتھروں کی تھی جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے تھے۔(ص ۶۴)

مکان ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے اور ہر ایک مکان کے ساتھ ایک باغ تھا۔(ص ۶۷)

د: جس دوازے پر چاہیں دستک دیں اور جس دنیا میں چاہیں داخل ہو جائیں۔(ص ۱۲)
ابھی چند دن اور ٹھہرنے کا ارادہ تھا۔(ص ۴۳)
کئی منزلہ گرد کے ارد گرد دو شاگرد ہیں۔(ص ۵۳)

ڈھ: یہ آدھا آپ کے سامنے ہے اور آدھا دھر نیچے کھائی میں ہے۔(ص ۸۰)
سفید دستارِ فضیلت باندھے اور سفید چوغے پہنے درویشوں کا حلقہ دھیرے دھیرے دھمال ڈال رہا ہے۔(ص ۱۲۷)

ان تمام مذکورہ مصمتوں والے الفاظ ان امثلہ میں آرام سے پائے جا سکتے ہیں جو اس قول کی صداقت پر دال ہیں کہ سفر نصیب میں ہر طرح کا مصمتہ موجود و مستعمل ہے۔

ز اور س لثوی صفیری مصمتے ہیں۔ ان کی ادائی میں نوکِ زباں کے اوپری دانتوں سے کچھ اوپر مسوڑھے پر لگنے سے ہوتی ہے، اور کسی قدر سیٹی سے مشابہ بن جاتی ہے۔ سفر نصیب میں ان کا استعمال درج ذیل انداز میں ہوا ہے۔

ز: رزم ہو کہ بزم اگر آگ لازم ہے تو تیخ ملزوم۔(ص ۱۲)
پھر یکایک یوگنڈا کے نمایندے نے زور زور سے انگریزی میں گانا شروع کیا۔(ص ۳۷)
ان حالات میں بچت لازم تھی جیسے معاشیات کے استاد نے بیج سمجھ کر زرخیز زمین میں بو دیا۔(ص ۱۳۵)
سفر اور علم یہ دو حقیقتیں ہیں، لازم اور ملزوم، لازم ان کو اتفاقاً گھر سے بھاگنے کی بہ دولت میسر آیا، ملزوم کے لیے انھوں نے مسلم یونی ورسٹی میں داخلہ لے لیا۔(ص ۲۹۹)

س: پہاڑیاں سبز اور سیاہ ہیں لیکن میدان سفید اور خاک ستری۔(ص ۲۱)
سوات ایک دیسی ریاست تھی۔(ص ۲۳)

ز کی ضمن میں پیش کردہ امثلہ میں رزم، بزم، لازم، ملزوم، زور زور، انگریزی، زرخیز اور زمین اس مذکورہ مصمتے کی نمایندگی کرتے ہیں۔ جب کہ سبز، سیاہ، سفید، خاک ستری، سوات، دیسی اور ریاست "س" کے استعال کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم اس بات کے شدید قائل ہیں کہ کسی مصوتے کے بغیر کوئی لفظ اردو میں وجود میں نہیں آ سکتا۔ مصوتوں کی گنتی اور نشان دہی بہت زیادہ دقت طلب کام ہے۔ اس لیے ہم نے مصوتوں کے سلسلے میں دانستہ طور پر صرفِ نظر سے کام لیا ہے۔

ن ایک لثوی انفی مصمتہ ہے۔ اس کا استعمال جہاں کئی زبانوں میں ہوتا ہے، وہاں یہ آواز اردو میں بھی مستعمل ہے۔ ن کی ادائی زبان کا اوپری مسوڑھے پر لگ کر ناک سے ہوا کے اخراج سے ہوتی ہے۔ "سفر نصیب" میں مختار نے اس کا بھی استعمال بہت کیا ہے۔ درج ذیل جملوں سے اس کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ن: یہ نہ کارخانے کے مزدور کا لباس ہے نہ کھیت میں کام کرنے والے کسان کے لیے کارآمد ہے۔(ص ۳۰۶)
چار سو روشنی ہی روشنی ہے، اتنی روشنی کہ اسے اپنے سامنے کا سراغ بھی نہیں ملتا۔(ص ۲۸۸)
نہ پالکی اور کہار، نہ جھول اور گدھا، نہ چارجامہ اور گھوڑا، نہ کجاوہ اور اونٹ، نہ عماری اور ہاتھی۔(ص ۲۷۰)

نھ		ہر ملک میں ایک مادرِ وطن ہوتی ہے اور تانیہ کی ہم عمر ننھی ننھی پیاری پیاری بچیاں۔(ص ۱۸۱)

نہ، کارخانے، کرنے، کسان، روشنی، اتنی، اپنے، سامنے اور نہیں میں ن کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔ ان منتخب جملوں میں ن کا کثیر استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔

ل ایسا مصمتہ ہے جس کی ادائی میں ہوا زبان کے دونوں پہلوؤں سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے، اور زبان اوپری مسوڑھے کو چھو کر یہ آواز پیدا کرتی ہے، اسی لیے یہ لثوی پہلوئی کہلاتا ہے۔ بہت سی زبانوں کی طرح یہ اردو میں بھی پایا جاتا ہے۔ مختار مسعود نے سفر نصیب میں اس کا استعمال درج ذیل انداز میں کیا ہے۔

ل:		ایک روز مسافر جلال و جمال کے دروازے سے داخل ہوا۔(ص ۱۲)

فرصت طلب اور موقع تلاش، جلالی اور جلا وطن۔(ص ۲۶۶)

کوئلوں کی دلالی میں صرف منہ کالا ہوتا ہے۔(ص ۳۰)

جلال و جمال، داخل، طلب، تلاشی، جلالی،، جلاوطن، کوئلوں، دلالی اور کالا میں ل کے استعمال کو بہ خوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

ر لثوی تکریری مصمتہ ہے۔ یہ لثہ سے متعلق ہے۔ چوں کہ ادائی میں زبان بار بار ٹکراتی ہے اس لیے لثوی تکریری کہلاتا ہے۔ جہاں یہ مصمتہ اکثر زبانوں میں پایا جاتا ہے وہاں اردو میں بھی مستعمل ہے۔ ''سفر نصیب'' میں یوں مستعمل ہے۔

ر:		اس رات انھوں نے مسافر کو ساتھ بٹھایا اور عمرِ رفتہ کو آواز دی۔(ص ۱۷)

مسافر نے تربیلا کی پایاب جھیل پر ایک نظر ڈالی۔(ص ۲۰)

مسافر پیادہ رو پر رومال بچھا کر بیٹھ گیا ہے۔(ص ۱۷۵)

رات، مسافر، عمر رفتہ، مسافر، تربیلا، پر، نظر، پیادہ رو، رومال میں ''ر'' کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔

ج، جھ، چ اور چھ حنکی بندشی مصمتے ہیں۔ اور ج اور چ عام اصوات ہیں اکثر زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ جھ اور چھ نسبتاً کم زبانوں پائی جاتی ہیں۔ اردو میں یہ ہندی الاصل کہلاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ اردو میں بہت سے لفظوں میں مستعمل ہونے کے سبب عام طور پر آسانی سے مل جاتی ہیں۔

ج:		جیسے میدانِ جنگ میں اس جاں بہ لب تشنہ زخمی سپاہی کا اشارہ جس نے اپنی جان اور پانی پینے کی باری دوسرے زخمی ساتھی کے حق میں دے دی۔(ص ۶۴)

ورنہ یہ شہر تو کھلا شہر ہے جس کا جی چاہے آئے اور جب تک جی چاہے یہاں بیٹھا رہے۔(ص ۱۹۱)

جھ:		ڈاکٹر صاحب سیف کے آگے اکڑوں بیٹھے مختلف چابیاں آزمانے اور جھنجھلانے میں مصروف ہیں۔(ص ۱۹۵)

مسافر کو جھرجھری آئی۔(ص ۱۷۸)

چائے کی دیو قامت پیالیوں کے اندر بیٹھے ہوئے بچے جھولا جھول رہے ہیں۔(ص ۱۷۳)

چ: بائیں جانب والا چیڑ کے درختوں سے اور دائیں جانب والا چٹیل چٹانوں سے ڈھکا ہوا ہے۔(ص ۴۵)

چھ: جیسے بطخ اور اس کے پیچھے پیچھے قطار میں تیرتے ہوئے بچے۔(ص ۹۶)

کسی کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔(ص ۷۹)

مسافر بہ مشکل پیچھا چھڑا کر اس جناتی گھر سے باہر نکلا ہے۔(ص ۱۷۴)

چھوٹے چھوٹے کوہک چھوٹے بڑے کہ سار اور بڑے بڑے کوہ و جبل۔(ص ۱۴۳)

زیرِ نظر امثلہ میں حنکی بند شی اصوات آرام سے نظر آ سکتے ہیں۔ در اصل اردو میں ان کا استعمال بہت ہے۔ ”سفر نصیب“ میں ان مصمتوں کا مستعمل روپ تلاشنا ایسا مشکل نہیں۔ البتہ ہمارا ہدف ایسے جملے رہے ہیں جن میں ایک سے زیادہ مرتبہ مستعمل ہوں۔

ژ اور ش حنکی صفیری مصمتے ہیں۔ حنکی اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حنک سے وابستہ ہیں۔ چوں کہ ان کی ادائی میں سیٹی سے مشابہ آواز آتی ہے لہٰذا صفیری کہلائے۔ ژ فارسی سے مستعار ہے، اور اردو میں انھی الفاظ میں پایا جاتا ہے جو اصلاً فارسی یا انگریزی ہیں۔ جیسے اژدہا، ژالہ باری، ٹیلی وژن، ٹریژری وغیرہ ۔ جب کہ ش عربی، سندھی، اردو، فارسی، ہندی، بلوچی، انگریزی وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال نسبتاً زیادہ ہے۔

ژ: وہاں جو سانپ تھا وہ یہاں دولت پر اژدہا بن کر بیٹھا ہوا ہے۔(ص ۱۶۰)

گرمیاں آئیں تو اژدھا اس کو نگل گیا وہ اژدہا در اصل نفسِ انسانی تھا۔(ص ۱۲۲)

ش: رات کی خامشی میں ایک ان جانی خوش بو اور خوشی شامل ہوتی۔(ص ۲۴)

یہاں تک راستہ واقعی اس لائق تھا کہ نقشے پر انگشتِ شہادت سے سمجھایا جاتا۔(ص ۵۲)

اس نے بوڑھے حبشی کی طرف دیکھا، شکل آشنا لگا۔(ص ۲۲۷)

اژدہا، خامشی، خوش بو، خوشی، شامل، نقشے، انگشت، شہادت، حبشی، شکل، آشنا میں حنکی صفیری آ مصمتوں کی موجودگی سامنے ہیں۔

ٹ، ٹھ، ڈ، ڈھ معکوسی بند شی مصمتے ہیں۔ معکوسی بند شی ہونے کا سبب دورانِ تلفیظ زبان کی نوک کا اوپر اٹھنے کے بعد مڑ کر تالو کو چھونا ہے۔ اس لیے فاعلی اور مفعولی تلفیظ کار علی الترتیب زبان اور تالو بن جاتے ہیں۔ چوں کہ یہ مصمتے ادا کرتے زبان تالو سے چپکتی ہے اور صوتی قطعہ بند ہوتا ہے لہٰذا یہ مصمتے معکوسی بند شی کہلاتے ہیں۔ ”سفر نصیب“ میں ان مصمتوں کا استعمال آسانی سے مل جاتا ہے۔

ٹ: گھنٹہ بھر تک وہ جہاز نو اور دس ہزار فٹ کی بلندی کے درمیان جھٹکے کھاتا ہے۔(ص ۱۱۴)

اس کی تہ سے مونگے کی چھوٹی چھوٹی چٹانیں ابھرتی۔(ص ۹۲)

یہ طلسم اس وقت ٹوٹا جب موٹر بوٹ مقررہ جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔(ص ۹۶)

ٹھ: دو سال کے لیے امانت رکھ گئے تھے اور اب آٹھواں سال شروع ہو چکا تھا۔(ص ۳۱۶)

راتوں کو اٹھ اٹھ کر کمروں کے تالے دیکھے جاتے۔ (ص ۳۱۳)

موضوع ٹھہرا ہوا ہے۔ (ص ۲۷۳)

ڈ: پانچ دن میں ہالینڈ نے ہتھیار ڈال دیے۔ (ص ۹۶)

ورق ورق لکھ کر ٹین کے ڈبے میں ڈالتے رہے۔ (ص ۱۷)

وادی کا سارا حسن اس ڈاک بنگلہ کے بائیں باغ میں امڈ آیا تھا۔ (ص ۲۱)

ڈھ: سورج ایک کرن اس ڈھلوان پر رکھ کر بھول گیا تھا۔ (ص ۴۰)

کہیں محض ڈھلوان ہی سے دو طبقوں کو ملانے کا کام لیا ہے۔ (ص ۶۷)

دیوار ڈھے کر خشت خشت ہو گئی۔ (ص ۲۳۵)

ان جملوں میں معکوسی بندشی آوازوں کے الفاظ کو اگر الگ سے ترتیب دیا جائے تو کچھ یوں بنے گا۔ گھنٹہ، فٹ، جھٹکے، چھوٹی چھوٹی، چٹانیں، ٹوٹا، موٹر بوٹ، آٹھواں، اٹھ اٹھ، ٹھہرا، ہالینڈ، ڈال، ڈبے، ڈالتے، امڈ، ڈھلوان، ڈھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفر نصیب میں معکوسی بندشی اصوات کا استعمال جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

ڑ اور ڑھ معکوسی تکریری مصمتے ہیں۔ معکوسی تکریری اصوات کی ادائی میں زبان مڑ کر تالو کو تو چھوتی ہی ہے مگر دوبار پیچ کھاتی ہے۔ اسی دوبار پیچ کھانے پر انھیں تکریری کہا جاتا ہے۔ درج ذیل امثلہ میں ان کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔

ڑ: کپڑے جھاڑے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ (ص ۳۵)

چھوٹے بڑے کہ سار اور بڑے بڑے کوہ و جبل۔ (ص ۱۲۳)

ڑھ: یہ ایک بچی تھی جسے استاد گھر پر پڑھاتا تھا۔ (ص ۱۰۴)

وہ آلاتِ جراحی جن پر وقت کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ (ص ۱۹۴)

اس ہاتھ نے بڑھ کر چھت کے ڈھکن کو تھاما ہوا ہے۔ (ص ۲۷۴)

انھیں پڑھتے اور کڑھتے۔ (ص ۱۶۳)

کشادہ اور نرم خیز سیڑھیاں پہاڑی پر چڑھ رہی ہیں۔ (ص ۱۷۹)

کپڑے، جھاڑے، کھڑا، بڑے، پڑھاتا، چڑھ، بڑھ، پڑھتے، کڑھتے، سیڑھیاں، پہاڑی میں معکوسی تکریری مصمتوں کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔ ان تمام الفاظ کی ایک خصوصیت آسانی سے دیکھی جا سکتی ہے کہ یہ تمام ہندی الاصل الفاظ ہیں۔

ک، کھ، گ، گھ غشائی بندشی مصمتے ہیں۔ غشا یا نرم تالو سے زبان کے پچھلے حصے کے چھونے پر بننے والی اصوات غشائی کہلاتی ہیں۔ وہ غشائی آوازیں جن کی ادائی کے دوران صوتی قطعے کو بندش کا سامنا درپیش ہو، غشائی بندشی کہلاتی ہیں۔ ''سفر نصیب'' میں ان اصوات کے استعمال کی چند امثلہ۔

ک: ان کو کپڑے کا ایک تھیلا اور ٹین کا ایک ڈبہ رکھنے کی اجازت مل گئی۔ (ص ۱۷)

کسی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ سرسید دور اندیش تھے۔(ص ۳۰۲)

اس کانفرنس کا مقصد کیا ہے۔(ص ۳۰۰)

علی گڑھ کی اچکن کبھی عربی جبّہ لگتی کبھی فرنگی ٹیل کوٹ۔(ص ۳۰۰)

کھ: ذرا اس کھنڈر کے ساتھ کھڑے ہو کر تصویر کھنچوائیں۔(ص ۱۹۲)

ہر تماشا آنکھیں کھلی رکھنے کا تقاضا کرتا تھا۔(ص ۲۱۰)

گ: کئی منزلہ گرد کے ارد گرد دو شاگرد ہیں۔(ص ۵۳)

داخلے کے دنوں کی گہما گہمی اس سال بہت زوروں پر تھی۔(ص ۲۹۹)

اسے گرم گرم کھانا چاہیے۔(ص ۳۰۵)

ایک دن ہم لوگ تانگے میں بیٹھ کر رسل گنج گئے۔(ص ۳۰۴)

مگر منتظمین اور فن کاروں میں جھگڑا ہو گیا۔(ص ۲۷۹)

مسافر اس جنگل میں گم ہو گیا۔(ص ۴۷)

وہ منہ پھیر کر سگریٹ سلگانے لگا۔(ص ۱۹۱)

گھ: ان کے پیر گھٹنوں سے سموں تک گھنے لمبے بالوں سے یوں ڈھکے ہیں جیسے شاعر کے پانو میں پڑی ہوئی زلفوں کی زنجیریں۔(ص ۱۷۴)

وہاں اکثر ایسا ہوا کہ درندے گھومتے پھرتے میرے گھر میں گھس آتے۔(ص ۳۰۳)

سرکش بیلیں، خودرو گھاس، چوڑے پتے، گھنیرے درخت اور گھن گھور گھٹا۔(ص ۲۴۱)

کو، کپڑے، ایک، کی رکھنے، کسی، کرتے، کہا، کہ، کا، کانفرنس، کیا، کی، اچکن، کبھی، کوٹ، کھنڈر، کھڑے، کھنچوائیں، آنکھیں، کھلی، رکھنے، جنگل، گم، گیا، سگریٹ، سلگانے، لگا، گھٹنوں، گھنے گھومتے، گھر، گھس، گھاس، گھنیرے اور گھن گھور گھٹا وہ الفاظ ہیں جو غشائی بندشی اصوات کی نمایندگی کرتے ہیں۔

ہ غشائی صفیری مصمتہ ہے۔ اس کی تلفیظ کے دوران سرسراہٹ بھری آواز صوتی قطعے سے غشا یا نرم تالو کو چھو کر گزرتی ہے۔ اس سرسراہٹ کے سبب اسے غشائی صفیری مصمتہ کہا جاتا ہے۔ درج ذیل مثال اسی مصمتے کے سلسلے میں نقل کی گئی ہے۔

ہ: آخر کس دل سے میں اپنے گھر کے محفوظ مگر اُداس ماحول میں اس وحشت کی تازہ ریڈیائی تفصیل سن سکتا ہوں جو ایک ایسے شہر پر برس رہی ہے جہاں میری اکلوتی کم سن بچی تنہا رہتی ہے۔(ص ۱۴۲)

ہوں، شہر، رہی، ہے، جہاں، تنہا اور رہتی غشائی صفیری مصمتے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفر نصیب میں غشائی مصمتی مصموتے مستعمل ہیں۔

لہاتی بند شی مصمتہ ق ہے۔ عربی میں حلق کا کوّا لہات کہلاتا ہے۔ اسی نسبت سے اس صوتیے کو لہاتی کہا جاتا ہے۔ جب زبان کا پچھلا حصہ فاعلی اور لہات مفعولی تلفیظ کار بن کر آواز کو متاثر کریں تو لہاتی مصمتوں کی آواز بنتی ہے۔ چوں کہ ہم ق پر بات کر رہے ہیں تو یہ لہاتی بند شی مصمتہ ہے۔ یعنی اس کی تلفیظ کے دوران صوتی قطعہ بند ہوتا ہے، اور جھٹکے سے کھلنے پر ایک نئی آواز آتی ہے جو ک سے مختلف ہوتی ہے۔ اردو میں یہ آواز نہایت اہم سمجھی جاتی ہے اور دورانِ تلفیظ بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ سفر نصیب میں مختار کے ہاں اس کا سلیقہ مندی بھرا استعمال ملتا ہے۔

ق: قدرت برف جمانے اور برف پگھلانے میں قطرے قطرے کا حساب رکھتی ہے۔ (ص ۱۲۰)

مسافر نے قصوں اور قصیدوں کو سنا۔ (ص ۱۰۳)

قیافہ شناس یہ بتانے سے بھی قاصر ہیں کہ کہ دریا کس سمت میں بہ رہا ہے۔ ایضًا ص ۹۵

نہ قصے نہ قہقے۔ (ص ۳۱۶)

ان امثلہ میں قدرت، قطرے، قصوں، قصیدوں، قیافہ شناس، قاصر اور قہقہے اس مصمتے کے استعمال کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ لہاتی اصوات جن کی ادائی میں سر اسراہٹ یا سیٹی سے مشابہت پائی جائے، لہاتی صفیری اصوات ہیں۔ اردو میں دو لہاتی صفیری اصوات خ اور غ ہیں۔ سفر نصیب میں ان کا استعمال مندرجہ ذیل امثلہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

خ: ہر طرف خلا ہی خلا، ایک خلا کے بعد دوسرا خلا۔ (ص ۵۱)

ایک کی سجاوٹ خوب اور دوسرے کی ساخت خوب تر۔ (ص ۶۷)

غ: پانچ گنا بڑا اور سفید چمکتا روغن۔ (ص ۲۵۲)

خوشی میں غرق ہو جانا کوئی انوکھی بات نہیں۔ (ص ۲۳۱)

بورس اونس خیکو عجیب و غریب پینترہ دکھا رہے ہیں۔ (ص ۲۳۰)

سخی وہ ہے جسے مال کے جانے کا غم نہ ہو اور غنی وہ جسے مال کے آنے کی خوشی نہ ہو۔ (ص ۱۵۸)

تا حدِ نگاہ چراغ ہی چراغ۔ (ص ۱۵۲)

ان امثلہ میں خلا، خوب، ساخت، خوب تر، روغن، خوشی، غریب، سخی، غم، غنی اور چراغ لہاتی صفیری اصوات کے حامل الفاظ کے طور پر مستعمل دیکھے جا سکتے ہیں۔ تمام مصوتوں کا استعمال دیکھنے سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ”سفر نصیب“ کی نثر ان عمدہ نثروں میں سے ایک ہے جنھیں خوبیوں کا مجموعہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔

مردہ مصمتوں کا بیان

اردو صوتیات میں ح اور ع کو بالترتیب حلقی صفیری اور حلقی بند شی مصمتے کہا جاتا ہے۔ میرے مشاہدے اور تجربے کے تحت ایسا بالکل نہیں۔ اردو میں ان کی تلفیظ کے دوران حلق کا اس اس طور استعمال نہیں کیا جاتا جو عربی کا شیوہ ہے۔ مندرجہ بالا دونوں اصوات اردو صوتیات کے تحت ا اور ہ کی آواز کے طور پر ہی بولی جاتی ہیں۔ ایک مخصوص عربی

داں گروہ کے بھی مخصوص لوگوں کے علاوہ اردو میں ان کی تلفیظ وہی ہے جو ہم نے درج کی ہے۔ اس لیے بہ جائے ان پر سر کھپانے کے انھیں بھی ث، ذ، ص، ض، ط اور ظ کی طرح مردہ مصمتے قرار دینا چاہیے۔ الفاظ میں ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ صدیوں سے الفاظ کی اصل صورت کے ساتھ موجود رہے ہیں، اور ان کے معنی کو ظاہر کرتے رہے ہیں، لہٰذا بولنے کی حد تک انھیں مردہ مصمتہ ہی سمجھنا چاہیے۔ مسعود حسین خاں نے بھی ''اردو حروفِ تہجی کی صوتیاتی ترتیب'' میں جو جدول ترتیب دی ہے اس میں سے یہ تمام مصمتے ''حروف'' خارج قرار دینے کی وجہ خالص صوتی نقطۂ نظر سے اردو والوں کے لیے ان کا بے معنی ہونا بتائی ہے۔[۱۳] ہم نے اپنی تحقیق میں ان کے استعمال کو بھی شامل رکھا ہے۔ جس کا اصل مقصد ان الفاظ کے استعمال کی طرف اشارہ ہے۔

ع: اس نے کہا ذائقے کا علم بہت وسیع ہے۔ (ص ۲۶۶)

اس مذہب میں عیش کو عبادت کا اور عیش سراؤں کو عبادت گاہوں کا درجہ حاصل ہے۔ (ص ۲۵۳)

دوسرے کے مربعے نہری، ایک محض رعایا دوسرا اعلا افسر۔ (ص ۶۷)

جغرافیائی اعتبار سے یہ ایک عجوبہ تھا مگر سارے عجوبے دیدنی کہاں ہوتے ہیں! (ص ۱۶۳)

ح: ہر سمت حسن ہی حسن۔ (ص ۵۶)

الحمد للہ کہ تا حال دریا کے کنارے کی واحد اور نئی آبادی میں سب بہ قیدِ حیات ہیں۔ (ص ۷۴)

طرح طرح کی معلومات حاصل ہوئیں۔ (ص ۳۵)

ث: ثورہ ثورہ حق ثورہ۔ (ص ۱۶۳)

ذ: حرص اور بے ذوقی جگہ جگہ اپنی یادگاریں بنا لیتی ہے۔ (ص ۲۵)

اگر تذبذب لاحق نہ ہوتا تو ہر شخص خدائی کا دعوا کر بیٹھتا۔ (ص ۱۴)

ذرا سی دیر میں فہرست تیار ہو گئی۔ (ص ۱۶۵)

سب متذبذب نظر آئے ہیں۔ (ص ۱۴)

ص: فضا خاص الخاص اور تنہائی خالص اور انتہائی۔ (ص ۱۵۹)

کھلے بازار، چور بازار، بنک، صرف مصروف بندر گاہ اور اس سے زیادہ مصروف فرود، ہر طرف رونق ہی رونق۔ (ص ۵۶)

خان صاحب کہتے ہیں کہ داشتہ کے ساتھ صرف ناب کار کا تصور ہی ٹھیک بیٹھتا ہے۔ (ص ۸۴)

خاص الخاص لوگ اتنے ہی خوب صورت جتنے دنیا کے کسی اور حصے میں ہوتے ہیں۔ (ص ۲۵۴)

ض: وہ ضبط اور ضابطے کے آدمی تھے۔ (ص ۱۴۳)

محل وقوع، عرض البلد، طبقات الارض کی ساخت اور پہاڑوں کی عمریں۔ (ص ۱۱۸)

وہاں عنوان انسان تھا اور یہاں مضمون کائنات ہے۔ (ص ۱۶۶)

ط: وہ روز بہت سے خط ڈال جاتا اور یہ سارے خط والدین کی طرف سے اولاد کی اعلا تعلیم کے سلسلے میں مشورہ طلبی اور رہ نمائی کی درخواست یا مسلم یونیورسٹی کے داخلے کی باضابطہ درخواست کی صورت ہوا کرتے۔(ص ۲۹۴)

سمندر کے سفر کے دوران ان کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات آنے لگے۔(ص ۲۹۸)

وہ بھی غلط ہم بھی غلط، مگر وہ باعمل ہونے کے باوجود غلط اور ہم بے عمل ہونے کے باعث بالکل غلط۔(ص ۳۰)

ظ: ان کی تعمیر میں گردوپیش کے منظر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔(ص ۹۰)

جو منتظر ہیں ان کی نظریں عملے پر لگی ہیں۔(ص ۶۰)

ظاہر یہ کرتا کہ منظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔(ص ۱۰۱)

اب جو نظر کام کرتی ہے تو مچھلی کہیں نظر نہیں آتی۔(ص ۲۱۴)

میری نظر میں یہ ابھی تک ایک تاریک براعظم ہے۔(ص ۲۵۱)

واعظ وعظ کر رہا ہے۔(ص ۲۳۴)

اسے منظر اور پسِ منظر دونوں نظر آئے۔(ص ۱۵)

اس کے باوجود منظر پر کہ لحظہ بہ لحظہ بدلتا جا رہا ہے۔(ص ۲۸۷)

علم، ذائقے، وسیع، مذہب، عیش، عبادت، مربعے، محض، حاصل، مربعے، رعایہ، اعلا، اعتبار، حسن، تا حال، واحد، حیات، طرح طرح، معلومات، ثورہ، حق، حرص، بے ذوقی، تذبذب، لاحق، دعوا، ذرا، متذبذب، خاص الخاص، خالص، صاحب، صرف، تصور، خوب صورت، ضبط، ضابطے، محلِ وقوع، عرض البلد، طبقات الارض، عمریں، عنوان، مضمون، خط، مشورہ طلبی، ذہن، غلط، باعمل، بے عمل، باعث، منظر، لحاظ، منتظر، نظریں، عملے، ظاہر، لطف اندوز، براعظم، واعظ، وعظ، پس منظر اور لحظہ وہ الفاظ ہیں جو مردہ مصمتوں کے حامل ہیں۔ عام طور پر ان میں سے کئی الفاظ کو غلط املا سے لکھا ہوا دیکھا گیا ہے جس کا سبب صوتی مشابہت ہے۔ اسی صوتی مشابہت کی بنیاد پر لوگوں سے یہ اور ان جیسے کئی الفاظ کو لکھتے املائی غلطیوں کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ دوسری جو غور طلب بات ہے وہ یہ ہے کہ تقریباً سارے الفاظ عربی کے ہیں۔ اسی لیے ان میں ان آوازوں کو اسی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ''سفر نصیب'' میں ایسے الفاظ بھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں جو عربی کے ہیں، اور اردو میں ان کی آواز اردو کے انداز میں ہی مستعمل ہے۔

متجانس الفاظ:

تحریر میں ایک جیسی آواز رکھنے والے الفاظ کا استعمال جو ایک مصنف کی مہارتِ فن کا مظہر ہوتا ہے، متجانسیت alliteration کہلاتا ہے۔ مختار مسعود کی یہ خوبی ہے کہ ایک جملے میں ایک ہی آواز سے شروع ہونے والے الفاظ کا استعمال بلا تکلف کرتے ہیں۔ یہ ان تمام خوبیوں میں سے ایک ہے جو مختار مسعود کی ''آوازِ دوست'' سے لے کر ''حرفِ شوق'' تک ہر کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ متجانس الفاظ قاری کو پڑھنے اور سامع کو سننے میں بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس

کے ساتھ ساتھ ایک لکھاری کے لیے محنت طلب کام ہے۔ یہ ایک ایسا فن ہے جس پر ایک مدت کی مشقِ پیہم کے بعد لکھاری کو دست رَس آتی ہے۔

پ / پ / چ / چ	وہاں پیش وپس، یہاں چنین وچناں۔(ص ۱۴)
م / م / د / د	مسلسل ایک سفر جس میں قدیمی سامان اٹھا کر پیدل چلتے اور دھول پھانکتے محافظ سوار ہوتے اور دھول اڑاتے۔(ص ۱۶)
ج / ج	میں جینا اور جیتنا چاہتا ہوں۔(ص ۱۷)
جھ / جھ	پہاڑوں پر جھاڑیاں اور جھنڈ ہیں۔(ص ۲۱)
ج / ج / س / س	ہر منظر جدید اور جدا ہوتا ہے۔سمندر کی سطح لمحہ بھر کے لیے بھی یکساں نہیں رہتی۔(ص ۲۲)
م / م	موسم اور مقام بھی ساتھ نہیں دیں گے۔(ص ۲۶)
ف / ف	مسافر کو اس کی فراست اور فرہنگ پر تعجب ہوا۔(ص ۲۷)
م / م	بِل آخر منگولیا کے مندوب کی باری آئی۔(ص ۳۵)
ب / ب / چ / چ	سامنے والا پہاڑ برف سے، بائیں جانب والا چیڑ کے درختوں سے اور دائیں جانب والا چٹیل چٹانوں سے ڈھکا ہوا ہے۔(ص ۴۵)
کھ / کھ	کھڑکی کے باہر ایک پہاڑ کھڑا پہرا دے رہا تھا۔(ص ۴۵)
گ / گ	گبرال پر گبرو پہاڑ راستہ روکے کھڑا ہے۔(ص ۴۷)
م / م / ج / ج	اس کو دیکھ کر مسافر کو چترال کے جواں سال اور جوانا مرگ مہتر کا خیال آگیا۔(ص ۴۸)
ہ / ہ	ہوا باز نے ایک ہوائی چھوڑی۔(ص ۵۲)
م / م	ایک سلسلہ منقّش ہے اور دوسرا مصور۔(ص ۵۳)
گ / گ	جواب نہ ملا اور گہرے غار کی خاموشی اور گہری ہوگئی۔(ص ۵۸)
ب / ب / م / م / م	بعض بوتلوں پر کاگ کے بہ جاے سریلا پیمانہ لگا ہوا ہے جو مقررہ مقدار کے بعد موسیقی اور ساقی گری دونوں بند کر دیتا ہے۔(ص ۶۰)
س / س / خ / خ	عرصے کے بعد ان کی دو رہایش گاہیں دیکھیں، ایک کی سجاوٹ خوب اور دوسرے کی ساخت خوب تر۔(ص ۶۷)
د / د / د / ش / ش / ش	دونوں طرح کی دیواریں دونوں جانب بنی ہوئی تھیں بیچ میں جو ذرا سی جگہ بچ گئی جس میں مرغیاں اور بچے کھلے پھر رہے تھے وہی یہاں کی شاہ راہ شیر شاہ سوری تھی۔(ص ۶۸)
ش / ش	تکیے کے نیچے رکھی ہوئی کتاب سے شوہر کے شوق کا پتہ چلتا تھا۔(ص ۶۸)

ت/ت/ت/ف/ف	تاریخ پڑھتے ہوئے اکثر دھوکا ہوتا ہے کہ اگر قاری تاریخ کے اس موڑ پر کھڑا ہوتا تو ہرگز ایسی فاش بل کہ فحش غلطی نہ کرتا جو تاریخ کے اس عظیم کردار نے کی جس کا حال وہ پڑھ رہا ہے۔(ص ۶۹)
ش/ش	آس پاس کی ویرانی کی یہ دولت وہ اپنی شادابی سے کہیں بڑھ کر شاداب نظر آتا ہے۔(ص ۶۹)
پ/پ	اصلاحات کے بعد وہ نام کے راجہ رہ گئے ہیں حال آں کہ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۷۳ء تک وہ اس پورے علاقے پر پورا اختیار رکھتے تھے۔(ص ۶۹)
س/س	سامنے پتھر کا سادہ سا بنگلہ تھا جس کے ایک کنارے چیری کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے ۔(ص ۷۰)
م/م	مسافر کو بدگمانی ہوئی کہ یہ رکھ رکھاؤ محض دکھاوا ہے ورنہ یہ شخص یوں عرض گزار نہ ہوتا۔ (ص ۷۱)
ع/ع	مگر اس تحریر کو پڑھا تو وہ نہ عرضی تھی نہ عرض داشت بل کہ مشورہ تھا دوستانہ اور بزرگانہ۔ (ص ۷۱)
د/د/د	دریائے غذر میں دو دریا آکر ملتے ہیں۔(ص ۷۲)
س/س/س	اس سطح مرتفع کا موسم سخت اور لوگ سخت کوش ہیں۔(ص ۷۲)
س/س	کہنے لگے میرے ساتھیوں کے پاس سردیوں میں جوتے تک نہیں تھے وہ پانو پر رسیوں سے کپڑے اور کھالیں لپیٹے ہوئے لڑ رہے تھے۔(ص ۷۳)
ہ/ہ	کرنل صاحب نے بڑے وثوق سے کسی سرکاری دستاویز میں یہ درج کر دیا کہ گوپس میں ایک جگہ آبِ حیات ہے جہاں کے لوگ خضر علیہ السلام کے ہم عمر اور ہم عصر ہیں۔(ص ۷۳)
ق/ق	جب ملک الموت قرض خواہی کے لیے آئے گا تو کوئی قرض دار انکار نہ کر سکے گا۔(ص ۷۴)
ج/ج	چٹان پر راجہ صاحب نے جیتے جی اپنی قبر بنوا رکھی ہے۔(ص ۷۴)
ب/ب	اور انھیں بانسوں کی مدد سے عارضی بنسیاں بنانی پڑیں۔(ص ۷۵)
د/د/م/م	دوپہر سے سہ پہر تک اس نے دس ویسے ہی میل مچھلی پکڑنے اور لانے کے لیے طے کیے۔(ص ۷)
چ/چ/ک/ک	مسافر نے چلتے چلتے ان سے کام کاج کے بارے میں پوچھ لیا۔(ص ۷٦)
ش/ش/ش	مسافر کو شکار کا شوق نہیں مگر پھر بھی وہ ان علاقوں میں جہاں شکاری اپنی عرض لے کر جاتے ہیں گاہے بے غرض نکل جاتا ہے۔(ص ۷۹)
ب/ب	اگر ریوڑ بہت بڑا ہو تو دیکھ بھال میں بڑی دقت ہوتی ہے۔(ص ۸۰)

ب / ب اس نے اس چھال کے مخطوطات عجائب گھروں میں بارہا دیکھے تھے مگر درخت سے ملاقات پہلی بار ہو رہی تھی۔ (ص ۸۳)

س / س مسافر نے گھر پہنچ کر چھال کا وہ ٹکڑا اپنے پھیلے ہوئے ساز و سامان میں کہیں سنبھال دیا۔ (ص ۸۴)

ب / ب خواہش بھی آنندی کی طرح ہر دم نئی بستیاں بساتی ہے۔ (ص ۸۷)

ا / ا / ب / ب / د / د ایک بار دیکھا ہے اور ایک بار دیکھنے کی ہوس ہے۔ (ص ۸۷)

کھ / کھ جس وادی میں رہنے والے گنے چنے اور کھیت تھوڑے بہت تھے۔ وہاں قدم قدم پر مکانوں کی دیواریں اور کھیتوں کی منڈیریں بلند تھیں۔ (ص ۸۸)

پ / پ جہاں کبھی مسافر پانی میں پانو ڈالے خواہشوں کے نقشے کھینچتا تھا۔ (ص ۸۹)

د / د یہ دوسرا صدمہ مسافر کو دوسری بار اٹھانا پڑا۔ (ص ۸۹)

بھ / بھ دو چار قدم بھاگنے کے بعد پیراشوٹ میں ہوا بھرتے ہی بلند ہو جاتا ہے۔ (ص ۹۱)

ر / ر رنگ بہ رنگ اور رنگا رنگ۔ (ص ۹۲)

ج / ج نہ تختۂ گل، نہ شبِ برات، نہ جگنوؤں کا جھرمٹ، نہ جل پریوں کے پرے۔ (ص ۹۴)

ب / ب ایک بار دیکھا ہے اور بار بار شکر ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ (ص ۹۴)

م / م وہ دونوں جنوب مشرقی ایشیا سے چلے اور ڈیڑھ ہزار میل دور مشرقِ بعید کے ایک جزیرے کے وسط میں سیل سپردگی کا کھیل کھیلنے کے لیے پہنچ گئے۔ (ص ۹۵)

م / م / خ / خ / ک / ک میز کے گرد میزبانی کے فرائض خوش باش و خوش پوش مگر کم عمر اور کم پوش خواتین ادا کرتی ہیں۔ (ص ۲۰۰)

پیش و پس، چنین و چناں، مسلسل محافظ، ڈھول پا نکلتے ڈھول اڑاتے، جینا جیتنا، جھاڑیاں اور جھنڈ، جدید جدا، سمندر سطح، موسم مقام، فراست فرہنگ، منگولیا مندوب، برف بائیں، چٹیل چٹانوں، کھڑکی کھڑا، گبرال گبرو، مسافر مہتر، جواں سال جوانا مرگ، منقش مصور، بوتلوں بہ جاے، مقررہ مقدار موسیقی، سجاوٹ ساخت، خوب خوب تر، دونوں دیواریں دونوں، شاہ راہ شیر شاہ سوری اور شوہر شوق وغیرہ میں ارادتاً پیدا کی گئی متجانسیت قاری کو پڑھتے کھٹکتی ہے۔ بہت کم نثر نگار ایسے ہیں جن کی نثر میں یہ خوبی اس بڑے پیمانے میں پائی جاتی ہو۔ یہ مختار مسعود کی ان چند نمایاں خوبیوں میں سے ہے جو ان کی چاروں تصانیف میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے اور ان تصانیف کے اسلوب کو مماثل بناتی ہے۔

قافیہ بندی:

قافیہ بندی ایک شعری اصطلاح ہے۔ جس میں الفاظ کے حرفِ روی اور اس سے متعلق پہلے حرف کو ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ جیسے ابتدا میں کہا کہ یہ ایک شاعرانہ صفت ہے، تو یہ سمجھ آنے والی بات ہے کہ یہ عام طور پر غزل، نظم، رباعی، قطعہ، قصیدہ وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ نثر میں اس کا استعمال اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب عبارت میں تاثیر،

موسیقیت یا کسی اور طرح کا ادبی حسن مطلوب ہو۔ چوں کہ نثر عمومی طور پر غیر موزوں اور بے ساختہ ہوتی ہے، اس لیے مصنفین نثر میں گہری تاثیر، ادبی صنعت گری، چاشنی، لطف اور موسیقیت پیدا کرنے کے لیے قافیہ بندی کا استعمال کرتے ہیں۔ نثر میں قافیے کا استعمال اختیاری ہونے کے سبب محدود اور تخلیقی ہونا چاہیے۔ تا کہ عبارت بھاری اور مصنوع لگنے کے بہ جاے موثر اور خوب صورت لگے۔ مختار مسعود کے ہاں بھی اس کا محدود لطف سے بھرپور استعمال ملتا ہے۔ درج ذیل چند امثلہ بہ طور ثبوت نقل کی گئی ہیں۔

کرسی کے حصول کے اصول یکساں ہوتے ہیں۔ (ص ۴۱)

لیکن میدان گنجا اور ننگا۔ (ص ۲۱)

نئے آدمی کو دیکھ کر عورتیں ٹھٹھک جاتیں اور جانور بدک جاتے۔ (ص ۲۴)

لوگ خاموشی اور تنہائی کی تلاش میں تھے۔ (ص ۳۲)

کہیں بل اور چڑھائی اور کہیں پیچ اور اترائی جو عام طور پر ان پہاڑی سڑکوں کا وطیرہ ہے۔ (ص ۳۷)

کہ اگر خلا بسیط ہے تو کوئی محیط بھی تو ہو گا۔ (ص ۵۱)

ربڑ اور پلاسٹک جیسے بے اثر پذیر چہرے پر پہلی بار زندگی کے آثار مسکراہٹ کی شکنیں بن کر نمودار ہوئے۔ (ص ۵۲)

کبھی لگاؤ گہرا اور داخلی ہو جاتا ہے اور کبھی تعلق سطحی اور بیرونی رہ جاتا ہے۔ (ص ۵۳)

اجنتا کی ساری شبہیں مٹی مٹی اور بجھی بجھی تھیں۔ (ص ۵۴)

مشروبات و ماکولات و نامعقولات۔ ص ۵۷

ایک خاکہ بنا اور ایک منظر تعمیر ہو گا۔ (۵۷)

غار بھلا اتنے کھلے، اتنے اونچے اور اتنے بڑے کہاں ہوتے ہیں۔ (ص ۵۷)

جس کثافت کا وہ عادی ہو چکا ہے، اسے ذرا کم یا زیادہ کریں اس کا دم گھٹ جاتا ہے۔ (ص ۶۱)

کہیں دو سیڑھیاں اوپر چڑھتی ہیں تو کہیں چار نیچے اترتی ہیں۔ (ص ۶۶)

روشن دان اس چٹان کے اوپر ہیں اور آتش دان اس چٹان کے نیچے۔ (ص ۶۷)

ان دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ (ص ۶۸)

کڑھے ہوئے پھول اور پتے بیوی کے ذوق کا پتہ دے رہے تھے تکیے کے نیچے رکھی ہوئی کتاب سے شوہر کے شوق کا پتہ چلتا ہے۔ (ص ۶۸)

ایمان فروشوں کی کہانیاں عرف صلاح الدین ایوبی کے دور میں دشمن عورتوں کی کارگزاریاں۔ (ص ۶۹)

بوڑھے، وضع دار، میمان نواز اور اگلے وقتوں کی ایک اچھی یادگار۔ (ص ۶۹)

مسافر کو راجہ صاحب کے فراخ اور مہمان نواز دل میں داخل ہونے میں نہ وقت لگا نہ کوئی مشکل پیش آئی۔ (ص ۷۰)

بل کہ ایک مشورہ تھا دوستانہ اور بزرگانہ۔ (ص ۷۱)

وہ اچکن کے نظر آنے والے تمام بٹن بالالتزام بند رکھتے ہیں۔(ص ۷۲)

کہ گوپس میں ایک جگہ آب حیات ہے جہاں کے لوگ خضر علیہ السلام کے ہم عمر اور ہم عصر ہیں۔(ص ۷۳)

میں نے اسے آباد کیا، گھر بنایا، باغ لگایا، کنبے اور ملازمین کو ساتھ لے کر چند سال سے مقیم ہوں۔(ص ۷۴)

اس کی وصیت تھی کہ جس علاقے اور جن لوگوں سے میں نے محبت کی ہے مرنے کے بعد بھی میں انھیں اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔(ص ۷۴)

ایک کھیت ان مرنے والوں کی ہوتی ہے جو مبالغہ آمیز سوانحی تذکروں اور عظیم الشان مقبروں کی خواہش لے کر مرتے ہیں۔(ص ۷۴)

دوسرے نے تیسرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا، یہ میرے والد صاحب ہیں۔ مسافر نے اس تیسرے شخص کی طرف دیکھا جو ایک کا والد اور دوسرے کا دادا تھا۔(ص ۷۶)

مہینے میں ایک آدھ سرپھرا اس بے نشان راستے پر جیپ کا سفر کرتا مگر راستہ بنانے کے لیے کسی ساربان کو ساتھ بٹھالیتا(ص ۷۸)

پختہ عمر، خوش مزاج، خاموش اور باہوش۔(ص ۷۹)

ان کے درمیان آغوش کہستان میں ایک ننھی منی سی جھیل تھی۔(ص ۸۳)

اس نے اس چھال کے مخطوطات عجائب گھروں میں بارہا دیکھے تھے مگر درخت سے ملاقات پہلی بار ہو رہی تھی۔(ص ۸۳)

چھال بھی تو آخری کھال ہوتی ہے۔(ص ۸۴)

یہ سب کہنہ اور ماندہ چیزیں اس کے لیے لمحات اور تجربات کی نشانیاں ہیں۔(ص ۸۴)

نہ یہاں دنیا کی محفلوں کا شور ہے اور نہ دنیاداروں کی سیاست کا زور۔(ص ۸۶)

ساز تو مانا شہر میں چھوڑ دیں گے مگر سامان کے بغیر گزران کیسے ہوگی۔(ص ۸۷)

سیاحوں کا بھی یہی حال ہے، کوئی سفید کوئی پیلا، دوچار بھورے، ایک آدھ کالا۔(ص ۸۹)

سمندر کی لہریں ذرا دیر کے لیے اس لکیر کا تماشا دیکھتیں پھر اسے مٹا دیتیں۔(ص ۹۰)

آب بازی کے لیے جتنے ڈالر خرچ کیے تھے، خاک بازی میں اپنی کہنیوں اور گھٹنوں پر اتنی خراشیں آگئیں۔(ص ۹۱)

رنگ کاری اور طرزِ تعمیر کا یہ شاہکار سلسلۂ چٹان ایک حقیر لجلجے، کثیر پا کیڑے کی نسلاً بعد نسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔(ص ۹۲)

نیچے سمندر میں گہرے سایوں، سیاہ ہیولوں اور بدرنگ خاکوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔(ص ۹۴)

پتا چلا کہ مون سون کے بادلوں کی چھتری سورج کی شعاعوں کو روک لیتی ہے۔(ص ۹۴)

ان تمام جملوں میں خط کشیدہ الفاظ قوافی کے طور پر دکھائے گئے ہیں۔ ان قوافی کا استعمال مختار مسعود کی شاعرانہ طبیعت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ تقریباً تمام قوافی شاعرانہ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ مختار کی نثر کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی قافیہ بندی بھی ہے۔

نونِ غنہ کا صوتی استعمال

نون غنہ کا صوتی استعمال یا Nasalization سے مراد ہے ناک سے آواز نکالنا۔ یہ اردو کی اہم صوتی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ اردو میں یہ عمومی طور پر لفظ کی آخر میں آتا ہے۔ اِس کے جڑنے سے ایک مصوتی ناک سے ادا ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کی اپنی کوئی ظاہر صوتی پہچان نہیں ہوتی، بل کہ پچھلی آواز کو متاثر کرنا اس کا کام ہے۔ جیسے ماں، میں، ہوں، آؤں، کھائیں، گیندیں، جوڑیاں، یہاں، وہاں، جہاں وغیرہ۔ ایسا نہیں کہ نونِ غنہ ہمیشہ آخر میں آتا ہے، بعض اوقات یہ لفظ کے درمیان بھی آتا ہے۔ جیسے گانو، پانو، چھانو، ہونٹ، پھلانگنا، جھانکنا، منہدی، منہ وغیرہ۔ مختار مسعود ایک عظیم مصنف ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ان کی تحریر اس کے امتیازی استعمال سے خالی ہو۔ ذیل میں ”سفر نصیب“ میں اسی کے استعمال کو موضوع بنایا گیا ہے۔

ایک مدت گزر گئی اور یہ بھی پتا نہ چلا کہ کہاں اور کس حال میں ہیں اور ہیں بھی کہ نہیں۔ (ص ۳۱۴)

میں نے جو خوبیاں دوسری قوموں میں دیکھی ہیں وہ اپنی قوم میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ (ص ۳۱۸)

میں اس بات سے واقف ہوں کہ خوبیاں راتوں رات پیدا نہیں ہوتیں۔ بل کہ ان کے لیے کئی نسلوں تک مسلسل کام کرنا پڑتا ہے۔ (ص ۳۱۸)

وہاں پرانی عداوتیں نہ جینے دیں تو اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (ص ۴۷)

گھر ایک دوسرے سے یوں جڑے ہوئے ہیں جیسے اس شہر میں سڑکیں نہیں ہوتیں۔ (ص ۴۸)

مگر فضا میں راستے کہاں ہوتے ہیں، صرف راستے کا احساس ہوتا ہے۔ فضا بے کراں اور بے نشاں ہے۔ (ص ۵)

اورنگ آباد پہنچے تو غاروں کے دونوں سلسلوں کا فرق اور فاصلہ پتہ چلا۔ (ص ۵۳)

درویش اپنے پیروں پر کھڑے کھڑے ان پہاڑوں میں تبدیل ہو گئے، جنھیں قرآن نے زمین کی میخیں کہا ہے۔ (ص ۱۲۷)

اب یہ برف پوش پہاڑوں کا سلسلہ نہیں رہا، بل کہ سفید اونٹوں کا ایک کارواں ہے جو سفر میں ہے۔ (ص ۱۲۷)

اسفالت کی پٹی پر جہاں ہوائی جہاز کے پہیوں نے زمین کو پہلی بار چھوا تھا، وہاں ربڑ کی رگڑ سے جو کالی لکیریں بنی ہوئی تھیں، ان میں دو لکیروں کا اضافہ ہو گیا۔ (ص ۱۲۸)

چھٹیاں ملازموں کے حصے میں آتیں، تا کہ وہ آگ تاپ سکیں اور چولھا گرم کر سکیں۔ (ص:۱۳۷)

مہریں سلامت، سامان جوں کا توں۔ (ص ۱۴۶)

ماں کا چہرہ کھل گیا اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (ص ۱۴۹)

فرطِ محبت سے ماں کے منہ سے کوئی لفظ بھی نہیں نکلا۔ (ص ۱۵۰)

بھنور کی آنکھ اور مرنے والے کی آنکھیں دونوں اس کے ماتم میں روتی رہتی ہیں۔ (ص ۱۵۲)

عمارتیں بہت اونچی ہیں۔ (ص ۱۵۵)

اس ڈھیر پر ناچتی ہوئی پریاں بن کر آپ کو باہوں میں لے بادلوں میں اڑ جائیں گی۔(ص ۲۰۱)

عورتوں سے قربانی اور مردوں سے نذرانہ مانگتا ہے۔(ص ۲۰۵)

اور اچھی بھلی صورتوں کا ستیاناس کرتے ہیں تا کہ بھوتوں، کوبڑوں، گوریلوں اور شیطانوں کی آبادی میں اضافہ ہو۔(ص ۲۰۶)

اور گھومتی الماری ڈھانچوں کو لے کر پیچھے چلی گئی اور وہاں سے دونوں رضاکاروں کو لے کر تماشائیوں کے رخ ٹھہر گئی۔(ص ۲۰۷)

ٹیوب دبا کر جہاں چاہیں خون پانی ایک کر دیں، جس تلوار کو چاہیں خوں چکاں کر دیں، جس آنکھ سے چاہیں خون ناب کر دیں۔(ص ۲۰۷)

ان امثلہ کو پڑھتے ہوئے نون غنہ کا استعمال صاف طور پر محسوس ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی اگر ہم الفاظ کے اعتبار سے دیکھیں تو دلچسپ نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ جیسے ان امثلہ میں کم و بیش نونِ غنہ کے حامل یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ کہاں، میں، ہیں، نہیں، میں، خوبیاں، قوموں، ہوں، راتوں رات، نسلوں، عداوتیں، دیں، یوں، سڑکیں، ہوتیں، بے کراں، بے نشاں، پیروں، پہاڑوں، جنھیں، میخیں، اونٹوں، کارواں، جہاں، پہیوں، وہاں، لکیریں، تھیں، لکیروں، چھٹیاں، آتیں، سکیں، مہریں، جوں، توں، آنکھیں، گئیں، ماں، منہ، بھنور، آنکھ، دونوں، عمارتیں، پریاں، بانہوں، بادلوں، جائیں، عورتوں، مردوں، مانگتا، بھوتوں، کوبڑوں، گوریلوں، شیطانوں، ڈھانچوں، دونوں، رضاکاروں، تماشائیوں، چاہیں، کردیں، خوں چکاں۔ ان میں اکثر جمع الفاظ شامل ہیں اور ان کے آخر میں نونِ غنہ آیا ہے۔ البتہ کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں، جن کے درمیان میں نونِ غنہ آیا ہے، جیسے اونٹوں، منہ، بھنور، آنکھ، بانہوں، مانگتا، ڈھانچوں اور خوں چکاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ نونِ غنہ کے اس استعمال سے دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے ہاں تحریر میں نونِ غنہ کس فراوانی سے استعمال ہوئے ہیں۔ نیز ان کی الفاظ میں جگہ دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ تحریر میں نونِ غنہ کے ہر نوع کے حامل الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1. خلیل صدیقی، آوازشناسی، لاہور، بیکن بکس، 2015ء، ص 17۔
2. رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، 2021ء، ص 98۔
3. ایضاً، ص 99۔
4. ایضاً، ص 100۔

5. اقتدار حسین، صوتیات اور فونیمیات، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1994ء، ص13۔

6. ایضاً، ص40۔

7. اشرف کمال، لسانیات اور زبان کی تشکیل، فیصل آباد، مثال پبلشرز، بدونِ سنِ اشاعت، ص140۔

8. رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، ص139۔

9. ایضاً، ص140۔

10. فاروق اعظم قاسمی، "اردو کا صوتیاتی نظام"، مشمولہ: یوسف رامپوری (مرتب)، اردو میں تلفظ، معنویت اور مسائل، نئی دہلی، مرکزی پبلی کیشنز، 2018ء، ص85۔

11. رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، ص142۔

12. مختار مسعود، سفر نصیب، لاہور، فائن بک پرنٹرز، اٹھارھواں ایڈیشن، 2019ء، ص78۔

13. مسعود حسین خاں، اردو زبان اور ادب (ترمیم شدہ)، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1959ء، ص175۔

Refrences:

1. Khalil Siddiqi, *Aawaz Shanasi*, Lahore, Beacon Books, 2015, p. 17.
2. Rauf Parekh, *Lisaniyat ke Buniyadi Mabahis*, Karachi, City Book Point, 2021, p. 98.
3. Ibid., p. 99.
4. Ibid., p. 100.
5. Iqtadar Hussain, *Sautiyaat aur Phonemiyat*, New Delhi, Taraqqi Urdu Bureau, 1994, p. 13.
6. Ibid., p. 40.
7. Ashraf Kamal, *Lisaniyat aur Zaban ki Tashkeel*, Faisalabad, Misal Publishers, n.d., p. 140.
8. Rauf Parekh, *Lisaniyat ke Buniyadi Mabahis*, p. 139.
9. Ibid., p. 140.
10. Farooq Azam Qasmi, "Urdu ka Sautiati Nizaam," in: Yusuf Rampuri (ed.), *Urdu mein Talafuz, Ma'niyat aur Masa'il*, New Delhi, Markazi Publications, 2018, p. 85.

11. Rauf Parekh, *Lisaniyat ke Buniyadi Mabahis*, p. 142.

12. Mukhtar Masood, *Safar Naseeb*, Lahore, Fine Book Printers, 18th Edition, 2019, p. 78.

13. Masood Hussain Khan, *Urdu Zaban aur Adab (Tarmeem Shuda)*, Aligarh, Educational Book House, 1959, p. 175.

Bibliography:

Hussain, Iqtadar. *Sotiyat aur Fonemiyat*. New Delhi: Taraqqi Urdu Bureau, 1994.

Kamal, Ashraf. *Lisaniyat aur Zaban ki Tashkeel*. Faisalabad: Misal Publishers, n.d.

Khan, Masud Hussain. *Urdu Zaban aur Adab*. Aligarh: Educational Book House, 1959.

Masood, Mukhtar. *Safar Naseeb*. Lahore: Fine Book Printers, 2019.

Parekh, Rauf. *Lisaniyat ke Bunyadi Mabahis*. Karachi: City Book Point, 2021.

Qasmi, Farooq Azam. "Urdu ka Sotiati Nizam." In *Urdu mein Talaffuz, Manawiyat aur Masail*, edited by Yusuf Rampuri. New Delhi: Markazi Publications, 2018.

Siddiqi, Khalil. *Awaz Shanasi*. Lahore: Beacon Books, 2015.